صفیہ بشیر سامی۔ لندن

چیف گیسٹ!

کبھی کبھی ہماری زندگیوں میں ماضی کے ایسے لمحات آتے ہیں جو رُلا جاتے ہیں اور کبھی کبھی بہت خوبصورت مسکراہٹیں دے جاتے ہیں۔ ایک بہت ہی پرانی قریباً 35 سال پرانی گلی میں سے واقعہ سناتی ہوں۔

جلنگھم میرے کزن کے بیٹے کی شادی میں ہمیں شمولیت کے لئے دعوت نامہ ملا تھا صبح جا کر شام کو واپس آنا تھا۔ بڑی سخت سردیوں کے چھوٹے چھوٹے دن تھے۔ سامی صاحب مرحوم لمبی ڈرائیو سے بہت گھبراتے تھے اس لئے جلنگھم جانا تو ان کے لئے بہت بڑی بات تھی۔ سو ہم نے ٹرین پر جانے کا پروگرام بنایا اور سچ بات تو یہ بھی تھی کہ ہمیں ریل کا سفر مفت پڑتا تھا کیونکہ سامی صاحب ریلوے کے ملازم تھے اور ریلوے اسٹیشن بھی ہمارے گھر کے بہت قریب تھا اس لئے کوئی زیادہ دشواری نہیں تھی۔

ہمارے ساتھ ہماری چھوٹی بیٹی سارہ بھی تھی۔ جانے سے پہلے ہم نے جہاں جانا تھا وہاں کی ساری معلومات لے لیں اور جن کے گھر جانا تھا ان کو بھی کہہ دیا کہ اگر کوئی ہمیں اسٹیشن پر لینے آجائے تو اچھا ہے ورنہ ہم ٹیکسی لے کر خود ہی پہنچ جائیں گے۔

جب ہم ٹرین میں بیٹھے تو اچانک سامی صاحب نے دیکھا کہ ایک احمدی لڑکا بھی ہمارے قریب ہی بیٹھا ہوا ہے۔ سامی صاحب نے اس کو پوچھا کہ تم کہاں جا رہے ہو؟ اس کا جواب تھا جلنگھم۔

اب اس وقت مجھے یہ تو یاد نہیں کہ وہ شادی پر جا رہا تھا یا کسی کو ملنے۔ ہاں مگر جا پہلی مرتبہ ہی رہا تھا یعنی ہماری طرح ہی تھوڑا گھبرایا ہوا سا۔

جلنگھم کو شاور سے پہلے ہی ہماری ٹرین اسٹیشن پر رکی تو سامنے ہی ہم نے ایک سوٹڈ بوٹڈ صاحب کو کھڑے دیکھا۔ ہمارے نیچے اترتے ہی انہوں نے پہلا سوال یہ کیا کہ کیا آپ لندن سے آئے ہیں؟ ہم نے جواب دیا جی ہاں ہم شادی پر لندن سے آئے ہیں تو وہ ایک دم بولے میں آپ کو ہی لینے آیا ہوں اور یہ کہ ہم سب نے بھی شادی پر ہی جانا ہے اور ساتھ سامی صاحب کے ہاتھ میں جو بیگ تھا انہوں نے ان کے ہاتھ سے لینا چاہا۔ جو سامی صاحب اُن کو نہیں دے رہے تھے کہ وہ خود ہی اٹھا لیں گے مگر ان صاحب نے زبردستی بیگ ان کے ہاتھ سے لے لیا اور کہا آپ ہمارے مہمان ہیں۔ وہ صاحب بھی سامی صاحب کی عمر کے ہی ہوں گے وہ کہنے لگے کہ پہلے آپ ہمارے گھر چلیں کھانا کھا کر پھر وہاں چلتے ہیں ویسے ہم نے بھی شادی پر تو جانا ہی ہے۔

دل میں میں اپنی بھانجی کو بہت دعائیں دے رہی تھی کہ اتنی مصروفیت کے باوجود انہوں نے ہمارا اتنا خیال رکھا کہ اسٹیشن پر کسی کو بھیج دیا۔ پر میں نے دل میں کہا اگر کسی کو بھیجنا ہی تھا تو کسی بچے کو بھیج دیتیں بھلا ان کو کیوں؟ اور پھر وہ اپنے گھر لے کر جانے کے لئے بھی بہت اصرار کر رہے ہیں۔ ہم نے کہا کہ کھانا تو ہم وہیں جا کر کھائیں گے مگر ہاں واپسی پر ہم آپ کے گھر ضرور جائیں گے۔ شادی ہال میں جب ہم پہنچے تو انہوں نے اپنی بیٹی اور بیوی سے ہمیں ملوایا اور ان سے کہا یہ مہمان لندن سے آئے ہیں میں ان کی بیٹی کو پہلے کبھی نہیں ملی تھی۔ ظاہر ہے وہاں میرے رشتے دار اور جماعت کے کافی لوگ تھے جن سے میں مل رہی تھی مگر سب سے زیادہ جو آؤ بھگت کرنے والی فیملی تھی وہ ان صاحب کی ہی تھی جو ہمیں اسٹیشن سے لے کر آئے تھے اور ہماری خصوصی آؤ بھگت ہو رہی تھی میں اور میری بیٹی بہت حیران ہو رہے تھے کہ بات کیا ہے مگر ہماری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔ انہوں نے ایسٹ لندن کی جماعت کی باتیں شروع کر دیں ہم قریباً آٹھ سال وہاں رہ کر حال ہی میں دوسری جگہ منتقل ہوئے تھے سو ان کی ہر بات کا جواب ہمارے پاس موجود تھا۔ یہ بات بھی میری سمجھ سے باہر تھی کہ اس وقت یہ مجھ سے ایسٹ لندن کی معلومات کیوں لے رہی ہیں؟

اُدھر وہ ماں بیٹی بھی بہت حیران تھیں کہ آپ ان سب کو کیسے جانتی ہیں۔ میں نے بتایا کہ یہ سب میرے رشتہ دار ہیں مگر ان بیچاروں کی بھی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا کہ معاملہ کیا ہے؟ قریباً ڈیڑھ دو گھنٹوں کے بعد ہماری خاطر داری میں کمی آ گئی۔ دونوں ماں بیٹیوں میں سے ایک غائب تھیں۔ کھانا کھا کر لوگ ایک دوسرے سے مل رہے تھے۔

سامی صاحب آئے تو کہتے ہیں۔ بھئی آج میری تو بہت خاطر مدارات ہوئی ہے۔ کہتے ہیں کہ مجھے سمجھ نہیں آئی کہ جو صاحب ہمیں لے کر آئے تھے سب سے میرا تعارف کروا رہے تھے کھانے میں بھی مجھے ہی خاص مہمان کی طرح پیش آ رہے تھے۔ جب کہ میں ان میزبان کو ہی نہیں جانتا باقی تو سب میرے جاننے والے ہیں اور قریباً زیادہ تر لندن سے ہی ہیں بھلا میرا اتنا تعارف کیوں؟ سامی کہتے ہیں مگر تھوڑی دیر ہوئی ان کو کوئی بلا کر لے گیا ہے نظر نہیں آئے۔ اچھا چلو اب واپس چلتے ہیں؟ میں نے کہا میں بھانجی سے پوچھتی ہوں اور ان کو بتا کر چلتے ہیں۔ میں نے اپنی بھانجی سے رخصت چاہی کہ رات ہو جائے گی اس لئے اب ہمیں چلنا چاہئے۔ اس نے کہا فکر نہ کرو آپ کو کوئی اسٹیشن تک چھوڑ آئے گا۔ میں نے کہا نہیں جن صاحب کو آپ نے صبح ہمیں لینے کے لئے بھیجا تھا وہی ہمیں چھوڑ دیں گے۔ وہ حیران ہو کر بولیں "باجی" میں نے تو کسی کو نہیں بھیجا۔ شرمندہ ہوں کوئی فارغ ہی نہیں تھا۔ پوچھنے لگیں آپ کو کون لے کر آیا ہے؟ میرا جواب تھا کہ میں تو نہیں جانتی وہ کون ہیں جب میں نے ساری بات بتائی تو حیران تو بہت ہوئیں مگر شادی میں کافی مصروف تھیں۔ اتنی دیر میں دیکھا کہ وہ ماں بیٹیاں بھی آہستہ آہستہ کچھ باتیں کر رہی تھیں لگ رہا تھا ضرور کوئی گڑبڑ ہے۔ ان کی بیٹی میرے پاس آئی اور کہنے لگی کہ ہمارے گھر کوئی مہمان آئے ہیں ہم لوگ گھر جا رہے ہیں مگر اسٹیشن پر میں ہی آپ کو چھوڑ کر آؤں گی آپ انتظار کریں میں ابھی تھوڑی دیر تک آتی ہوں۔ ہم نے کہا کوئی بات نہیں ہم آپ کا انتظار کریں گے۔ ہم تو اس مروت میں تھے کہ صبح سے ان لوگوں نے ہمارے لئے اتنی بھاگ دوڑ کی ہے تو خیر ہے تھوڑے لیٹ بھی ہو گئے تو کوئی بات نہیں لیکن ہم ان کے گھر ضرور جائیں گے۔

واپسی کے لئے ان کی بیٹی ہمیں لینے آئی تو راز کھلا کہ ماجرا کیا ہے۔ ایسٹ لندن سے کسی نو احمدی فیملی نے ایک دو بچوں کے ساتھ ٹرین سے ہی ان کے گھر آنا تھا۔ بدقسمتی سے ان کی ٹرین لیٹ ہوگئی ہماری ٹرین پہلے آ گئی اس طرح سے ہم ان جانے میں چیف گیسٹ بن گئے اور وہ مہمان بیچارے دو ڈھائی گھنٹے اسٹیشن پر بیٹھے رہے گھر والے تو ہماری خاطر مدارت میں لگے ہوئے تھے کوئی گھر ہوتا تو ان کا فون سنتا (ان دنوں ابھی موبائل فون نہیں ہوتے تھے) وہ بیچارے تھک ہار کر واپس جانے والے تھے کہ کسی طرح ان کے ساتھ ان کا رابطہ ہو گیا۔

واپسی پر ان کی بیٹی ہمیں اپنے گھر لے کر گئی اور ہمیں اسٹیشن تک بھی چھوڑا مگر اب وہ پہلے والی گرم جوشی ختم ہو چکی تھی ان کے مہمان تھکے ہارے کھانا کھا رہے تھے۔ دل میں تھوڑے ہم بھی شرمندہ تھے اور وہ بھی چپ چپ تھے۔

اس واقعہ سے اتنا ضرور ہوا کہ ہمیں ایک بہت ہی اچھی فیملی کے ساتھ ملنا ہوا اس واقعہ کو بہت عرصہ گزر چکا ہے۔ سامی صاحب اور وہ ہمارے مہربان میزبان بھی اس دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں۔ اللہ ان دونوں کی مغفرت فرمائے۔ مگر کبھی جلسہ یا اور کوئی بھی جماعتی تقریب ہوتی ہے تو ہم بہت گرم جوشی اور محبت سے بھی ہی مسکراہٹ سے ملتے ہیں۔ سچ یاد آیا اسٹیشن سے اترنے کے بعد اس خوشی میں کہ ہمیں کوئی لینے آ گیا ہے پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا کہ وہ بیچارا لڑکا کہاں گیا جس کو تھوڑی دیر پہلے دل میں ہم اپنا سہارا بنائے بیٹھے تھے۔

میں نے یہ جو لکھا ہے محض ایک دلچسپی کے لئے ہے شاید کہ آپ سب کے لبوں پر تھوڑی سی مسکراہٹ لا سکوں۔ یہ یاد مجھے بہت عزیز بھی ہے اور بہت میٹھی بھی کہ ہم بھی حقیقت میں چیف گیسٹ بن گئے۔

تیری دید کو ترس گئی ہیں اے مسرور آنکھیں

شب و روز برس رہی ہیں میری ناسور آنکھیں
تیری دید کو ترس گئی ہیں اے مسرور آنکھیں

کب تک رہے گا فراق کب تک رہے گا دل جلتا
کسی روز تو فیض پائیں گی انشاءاللہ ضرور آنکھیں

حسرت ہے آپ کو جی بھر کے دیکھ لوں ایک بار
اس کے بعد ہو جائیں چاہے بے نور آنکھیں

جو مجھ کو میرے حبیب تک لے چلے طاہر
زندگی بھر رہیں گی اس کی مشکور آنکھیں

میرا دل میری روح و جان، نور چشم آپ پر قربان
گر دید نہیں نصیب کس کام کی ہیں حضور آنکھیں

طاہر احمد شہزاد

الفضل، ایک دستر خوان ہے

نعمتیں چن دی گئی ہیں اس کے ہر قرطاس پر
میوہ ہائے دین کا الفضل دستر خوان ہے

منصورہ فضل مَن۔ قادیان